مولانا عزیز زبیدی (منڈی واربرٹن)

الاستفسار

جہلم سے مولانا حافظ مومن صفدر جنگ لکھتے ہیں:

۱۔ "سلف" کا مصداق کون ہے؟ اس کا اول اور آخر کیا ہے؟ نیز کیا سلفی کہلانا ضروری ہے یا اہلحدیث ہی کہلانا کافی ہے؟

۲۔ جس طرح امام ترمذی نے "اہل سنت" اور "اہلحدیث" کا نام لیا ہے کیا اپنی ترمذی میں "سلفی" کا بھی ذکر کیا ہے؟

۳۔ خود حضور بھی اہلحدیث تھے کیونکہ حدیث بھی قانونِ الٰہی ہے۔ یہ کسی دوسری شخصیت کی طرف نسبت نہیں ہے۔ (مختصراً)

الجواب، وہو اعلم بالصواب:

سلف اور خلف دو متقابل الفاظ اور اصطلاحیں ہیں اور دونوں کے لغوی اور اصطلاحی مفہوم اور معنی مختلف ہیں۔ خاصکر سعودی عرب میں اس کا جو مفہوم لیا جا رہا ہے وہ بالکل سب سے جدا ہے۔ یہاں ہمیں بھی اس سے بحث نہیں ہے۔

سَلَفُ:

اس کے لغوی معنی "پہلے گذر جانے والے" کے ہیں۔ وہ متقدم لوگ ہوں یا کوئی وقت اور عمل، اس لئے آباء و اجداد کو بھی سلف کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ متقدم ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: "ولفلان کرم سلف" کہ "فلاں کے آباء و اجداد محترم و مکرم ہیں"

واقعہ کے بارے میں فرمایا:

" ولا ماسلف " "مگر جو ہو چکا" (راغب)

اصطلاحاً:

فقہاء حنفیہ کے نزدیک حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (ف ۱۵۰ھ) سے لے کر حضرت امام محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ (ف ۱۸۹ھ) تک کے بزرگوں کو سلف کہتے ہیں:

"السلف کل من تقدم من الآباء و الاقرباء و عند الفقہاء ھم من ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ الی محمد بن الحسن" (جامع العلوم ص۱۷۸/۲)

شوافع نے ان کی نسبت زیادہ حقیقت پسندانہ بات کہی ہے، وہ فرماتے ہیں، صدر اول سے مراد سلف اور سلف سے مراد "خیر القرون" کے حضرات ہیں۔ چنانچہ امام ابن حجر مکی شافعی (ف ۹۷۵ھ) شن الغارہ میں لکھتے ہیں:

"الصدر الاول لا یقال الا علی السلف وھم اھل القرون الثلاثۃ الاول الذین شھد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لھم بانھم خیر القرون و اما من بعدھم فلا یقال فی حقھم ذالک"

مگر ہمارے نزدیک اس سے بھی زیادہ معتدل اور حقیقت پسندانہ نظریہ یہ ہے کہ سلف سے مراد جماعت صحابہ ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ف ۶۳ھ) نے متعلم تابعین سے فرمایا کہ:

"تمہارے بعد تم ہمارے خلف اور اہل حدیث ہو"

"فانکم خلوفنا واھل الحدیث بعدنا" (شرف اصحاب الحدیث ص۱۲)

اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا سے جتنے اور جیسے کارواں جا چکے ہیں ان میں سے بلا استثناء صحابہ کرام کا قافلہ ہی ایک ایسا قافلہ ہے جس کے نقوش پا اور گردِ کارواں کا نظارہ ایمان میں حرارت اور عمل میں شادابی پیدا کر سکتا ہے۔ اسی کیفیت کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ف ۳۲ھ) نے یوں بیان فرمایا ہے:

" ان اللہ عز وجل نظر فی قلوب العباد فاختار محمداً فبعثہ برسالتہ وانتخبہ بعلمہ ثم نظر فی قلوب الناس بعدہ فاختار لہ اصحابہ فجعلھم انصار دینہ ووزراء نبیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فما رآہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن وما رآہ قبیحا فھو عند اللہ قبیح " (مسند طیالسی ص۳۳ بسند صحیح)

"اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں پر توجہ فرمائی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان میں سے چن لیا، آپ کے بعد لوگوں کے دلوں کو دیکھا تو آپ کے صحابہؓ کو منتخب فرما کر انکو اپنے دین کیلئے

انصار اور اپنے نبی کیلئے وزراء بنا دیا، بس جس بات کو وہ مستحسن سمجھیں، اللہ کے نزدیک بھی آسے مستحسن سمجھو اور جس بات کو وہ قبیح خیال فرمائیں، اسے اللہ کے نزدیک بھی قبیح تصور کریں"۔
حضورؐ کے ارشاد سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، فرمایا:
"کلھم فی النار الا ملۃ واحدۃ قالوا من ھی؟ قال ما انا علیہ واصحابی"۔ (ترمذی، مشکوٰۃ ص۳۰)
کہ "ایک گروہ کے سوا باقی سب دوزخی ہیں"، پوچھا گیا، حضورؐ! وہ کون ہیں؟ فرمایا" وہ جو میرے اور میرے صحابہؓ کے طریقے پر ہوگا"!

اس سے جو چیز سامنے آتی ہے وہ بات معاشرہ کی ہے، افراد کی نہیں ہے۔ افراد میں تسامح ممکن ہے لیکن مجموعی لحاظ سے جو معاشرہ قابلِ اعتماد، قابلِ رشک اور مثالی ہوسکتا ہے وہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہ میں صرف صحابہؓ کا معاشرہ ہے۔ اسی لئے یہی وہ اسلاف ہیں جن کو ہم اپنا "سلف یا اسلاف" تصور کرتے ہیں۔

باقی رہا سلف کا اول اور آخر؟ سو وہ یوں تصور فرمائیں کہ صحابہؓ میں سے جو سب سے پہلے ایمان لائے وہ "اول" اور ان میں سے جو سب سے آخر میں فوت ہوئے وہ "آخر" تصور کئے جائیں۔ مثلاً حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی، حضرت زید بن حارثہ، حضرت بلال، حضرت خدیجہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) اور ان کی تبلیغ سے حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت ابوعبیدہ اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہم، جیسے اکابر اسلاف کا پہلا قافلہ ہے۔

اور ان میں سے جو آخر میں فوت ہوئے مثلاً حضرت سائب بن یزید (مدینہ) حضرت عبداللہ بن بسر (شام) حضرت رفیع بن ثابت (افریقہ) حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ (کوفہ) حضرت عرس بن عمرہ (جزیرہ) حضرت سلمہ بن الاکوع (بادیہ) اور ان میں سے بھی سب سے آخر میں علی الاطلاق حضرت عامر بن واثلہ اللیثی ابوالطفیل (متوفی ۱۱۰ھ) اس مبارک کاروان کا آخری دستہ ہے، رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین!
(التقریب التہذیب و شرح الشرح وغیرہما)

لیکن یہ اضافی باتیں ہیں۔ ہمارے لئے وہ سب سلف صالحین ہیں اور پورا معاشرہ مثالی معاشرہ رہا ہے بعد میں وہ رنگ نہیں رہا۔ اس لئے اگر متاخر معاشرہ میں سلف سے غالب مماثلت رہی تو پورے معاشرہ کو خلف تصور فرمالیں، اگر ایسا کوئی فرد ہے تو اسے اس کا خلف سمجھ لیجئے!

بہرحال ان تفصیلات سے آپ کیلئے یہ تشخیص کرنا کہ کون "سلف" کے زمرہ میں آتا ہے اور

کون "خلف" ہیں، آسان ہوگیا ہوگا۔

مزید براں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلے قافلہ کے ایک ممبر کی وفات پر "سلف" کی اصطلاح استعمال فرمائی تھی۔ یعنی حضرت عثمانؓ بن مظعون (ف ۳ھ) کو آپؐ نے "سلف صالح" کے نام سے یاد فرمایا تھا:

"سماہ السلف الصالح فقال عند دفن ولدہ ابراھیم الحق "بسلفنا الصالح" وقال عند دفن بنتہ زینب الحقی "بسلفنا الخیر" عثمان بن مظعون (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون للحلبی ص۹۶/۲) . . . .

ولما دفن قال نعم "السلف" لنا (الاکمال فی اسماء الرجال ص۱۸)

بہرحال یہ متداول اصطلاح وفات یافتہ مسلمانوں کیلئے بھی آپؐ نے استعمال فرمائی ہے۔ اور بعد میں ہر فرقہ اور گروہ نے جس جس شخصیت یا گروہ کو قابلِ رشک تصور کیا، اسے بھی "سلف صالح" کہا۔ لامناقشۃ فی الاصطلاح!

سلفی کہلانا فرض نہیں ہے۔ ہاں اگر کوئی صدر اول یعنی صحابہؓ کے طرزِ فکر و عمل اور تعامل کو پسند کرتا ہے اور ان کے قابلِ رشک ایمان اور عمل کی بنا پر بطور رشک "سلفی" کہلاتا ہے تو اس میں حرج بھی نہیں ہے۔

ہم اس معنیٰ میں سلفی کہلانا مناسب سمجھتے ہیں کہ "ما انا علیہ واصحابی" کی تصویر ملحوظ ہوتی ہے اور گویا یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ دنیا میں اگر کوئی مثالی معاشرہ رہا ہے تو وہ سلف صالحین صحابہ کا معاشرہ ہے۔ اب یہ مثالی نیک لوگ جا چکے۔ اور جانے جانے میں فرق ہوتا ہے۔ ایک وہ جانا ہے جسے "خس کم جہاں پاک" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے یہ جانا کوئی جانا نہیں کہ اس کا ذکر بھی کیا جائے۔ (فما بکت علیہم السماء۔ الآیۃ) ایک جانا وہ جانا ہوتا ہے کہ آنکھوں سے سویار اوجھل ہو جائے مگر یادوں کے دریچے سے نکلنا ممکن نہیں رہتا۔ بس یوں تصور کیجئے کہ اب اس اصطلاح کا تعلق کچھ اسی قسم کی نفسیات سے ہے یعنی وہ حضرات جو قابلِ رشک اور مثالی انسان یا معاشرہ تھا، آہ! جاتا رہا — گو وہ جاتا رہا مگر اس کے مشن اور مثالی علم و عمل کو ہم زندہ رکھیں گے۔ اس طرح سلفی کہلا کر گویا ہم ان نیک لوگوں کو خراجِ عقیدت پیش کرتے اور "فان آمنوا بمثل آمنتم بہ" کی تعمیل کیلئے ذہنوں میں اس معاشرہ کو مستحضر رکھنے کی ایک سبیل تصور کرتے ہیں۔ الغرض سلف اور سلفی کی اصطلاح قابلِ رشک حسرتوں کی بنیاد پر مبنی ہے۔

اور اگر یہ نہ ہو تو ہمارے نزدیک اس کی حیثیت شرعی نہیں ہوگی، لغوی ہوگی یا پھر غیر سرکاری!

اسلاف کے سامنے (۱) شخصیتوں کی بجائے کتاب و سنت تھے اور صرف کتاب و سنت (۲) فکر و عمل

ہیں انتہائی سادگی اور پاکیزگی ان کا امتیازی وصف تھا (۳) بھی عقل و درایت جو وحی الٰہی سے استرداد یا نقد و جرح کا حق مانگتے ہیں یا جو کبھی معتزلہ اور آجکل کے متجددین کا اوڑھنا بچھونا رہے ہیں، ان کے ہاں ان کا کوئی مذکور نہ تھا بلکہ نقل اور روایت کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ان کا دستور حیات تھا (۴) ان کی دنیا بے دین اور دین بے دنیا نہیں تھا بلکہ دونوں کے امتزاج کا بہترین نمونہ ان کے ہاں ملتا ہے (۵) اختلاف رائے کا حق دیتے تھے مگر صرف اپنے سے، کتاب و سنت کے سلسلے میں کسی فلسفے یا رائے کے کسی ٹنطنے کو برداشت نہیں کیا کرتے تھے۔

بس یہ وہ اقدار ہیں جو اہلحدیث بزرگوں کیلئے اپنے اندر ایک گونہ وجہ کشش رکھتی ہیں۔ اس لئے وہ دوڑ کر انہی مبارک اسلاف کی صفوں میں شرکت کرنے کی سعی کر رہے ہیں۔ انما الاعمال بالنیات، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا بھی ان کو اجر دیگا۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکر میں آیا ہے کہ وہ پیش رؤں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے:

"وانی ارجو ان اکون معھم بحبی ایاھم وان لم اعمل بمثل اعمالھم" (بخاری، فضائل اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

"امید ہے کہ میں ان کے ساتھ ہونگا کیونکہ مجھے ان سے محبت ہے، گو ان جیسے میرے عمل نہیں ہیں"

یہ نسبت تقلیدی نہیں ہے چنانچہ حضرت امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ:

"اسلاف کی راہ لو لیکن آراء الرجال سے بچ کر رہو"

"علیک بآثار السلف وان رفضك الناس و ایاك و رأی الرجال" (شرف اصحاب الحدیث ص)

شخصیتوں کی طرف نسبت گو وہ کتنی ہی نیک نیتی پر مبنی ہو بہر حال مآل اس کا مبارک نہیں رہتا۔ اسلئے صحابہ "عثمانی" اور "علوی" کہلانے کو بھی پسند نہیں کیا کرتے تھے، چہ جائیکہ کوئی حنفی شافعی وغیرہ کہلائے یا بنے:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ کا کس سے تعلق ہے، جواب دیا، کیا پوچھتے ہو، میں نہ علوی ہوں نہ عثمانی، بلکہ میں محمدی ہوں:

"قال ابن عباس قال لی معاویۃ: انت ؟ قلت ما انا بعلوی ولا عثمانی ولکنی علی ملۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" (الاحکام ص)

ایک اور روایت میں ہے: "کیا آپ علیؓ کے طریقے پر ہیں؟ جواب دیا "نہیں! اور نہ حضرت عثمانؓ کے طریقہ پر، میں تو نبیؐ کے طریقہ پر ہوں"!

"قال معاویۃ لابن عباس : "انت علی ملۃ علی؟ قال: لا ، ولا علی ملۃ عثمان ، انا علی ملۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم " (الاحکام فی اصول الاحکام للامام ابن حزم ص۱۷۴/۶)

حضرت امام نخعی تو اس امر کو بھی ناپسند کرتے تھے کہ کوئی شخص ابوبکرؓ یا عمرؓ کی سنت کہے بلکہ اللہ کی سنت اور رسولؐ کی سنت کہنا چاہیئے۔

"کان یکرہ ان یقال : سنۃ ابی بکر وعمر ولکن سنۃ اللہ وسنۃ رسول اللہ" (الاحکام ص۱۵۹/۶)

اس لئے سلفی کہلانا تقلیدی نسبت نہیں ہے ، نہ یہ شخصیت پرستی ہے بلکہ انہی مبارک اقدار میں ان سے مماثلت کی بنا پر سلفی کہلانا ہے جن کا اوپر کی سطور میں ذکر کیا گیا ہے۔

"سلفی" کے علاوہ آپ اپنے آپ کو ربانی بھی کہہ سکتے ہیں (ولکن کونوا ربانیین، آل عمران ۸۶)

"اہل قرآن" بھی آپ کا نام ہے :

"ان للہ اھلین من الناس، قیل من ھم یا رسول اللہ ؟ قال اھل القرآن" (دارمی ص۴۳۳/۲)

"محمدی" بھی آپ کا لقب ہے۔ کیونکہ وہ ہستی یہی ذاتِ اقدسؐ ہے جس کے نقشِ قدم پر چلنے میں آپ کی نجات ہے۔

۲۔ امام ترمذیؒ نے یہ اصطلاح استعمال نہیں کی اور یہ کچھ ضروری بھی نہیں تھا۔

۳۔ اہل حدیث ایک معروف اصطلاح ہے ، انہی معنوں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اہلحدیث کہنے کا حوصلہ نہیں پڑتا ، کیونکہ اہلحدیث ایک ذہن ہے جس کا مرجع قرآن ہے یا خود رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ! جو ذاتِ کریم خود "مقتدیٰ" ہو اسے مقتدی بھی تصور کیا جائے مشکل ہے۔ وہ صرف ہمارے ہی راہنما نہیں ، امام الانبیاء بھی ہیں ، اس وقت بھی اور اب بھی ! فداہ ابی وامی ، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم !

خلف :

"سلف" کے مقابلے میں "خلف" بھی ایک اصطلاح ہے۔ فقہاء حنفیہ کے نزدیک حضرت امام محمد بن حسن شیبانی سے امام شمس الائمہ حلوائی (ف ۴۴۸ھ) تک کے بزرگ مراد ہیں۔ اسی طرح "المتاخرین" سے مراد بھی امام شمس الائمہ حلوائی سے لے کر حافظ الدین بخاری حنفی (ف ۶۹۳ھ) تک کے عہد کے اکابر مراد ہیں :

"والخلف من محمد بن الحسن الی شمس الائمۃ الحلوائی والمتاخرین من شمس الائمۃ الحلوائی الی مولانا حافظ الدین البخاری ، ھکذا ذکرہ صاحب الخیالات

اللطیفۃ) فی الہامش (جامع العلوم الملقب بدستور العلماء ص۲۳)

بعض ائمہ کا کہنا ہے کہ جن حضرات نے امام محمدؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام ابو حنیفہؒ کو پایا ہے ان کو متقدمین کہتے ہیں، دوسروں کو متاخرین:

"المراد بالمتقدمین من فقہائنا ہم الذین ادرکوا الائمۃ الثلاثۃ ومن لم یدرکہم فہو من المتاخرین، ہذا ہو الظاہر من اطلاقاتہم فی کثیر من المواضع" (عمدۃ الرعایۃ ص۱۵)

امام ذہبی لکھتے ہیں کہ متقدمین اور متاخرین کے درمیان حدِ فاصل تیسری صدی ہے، تیسری صدی ہجری تک کے اکابرین متقدمین اور بعد کے متاخرین کہلاتے ہیں:

"فالحد الفاصل بین المتقدم والمتأخر ہو راس سنۃ ثلثمائۃ" (میزان الاعتدال ص۴)

بہرحال یہ اصطلاحات ہیں، ولکل ان یصطلح، لیکن ہم جس بنا پر اپنے کو سلفی کہتے ہیں وہ وہی بات ہے جو ہم نے سطور بالا میں ذکر کی ہے کہ سلف سے ہماری مراد "جماعت صحابہؓ" ہے اور خلف سے ہماری مراد بعد کے حضرات ہیں۔ کیونکہ بعد کے جن لوگوں کو ایک معاشرہ کی حیثیت سے اسلاف (صحابہؓ) کے طرز حیات اور تعامل کو سامنے رکھنے کا حکم ہے وہ صحابہؓ کے بعد کے سب لوگ ہیں اس لئے وہ سب ہی خلف تھے۔ ہاں اس حیثیت سے ہم متاخر بھی ہیں اور خلف بھی، مگر فقہی خلف نہیں! ——— اور جس طرح کسی کو یہ حق پہنچتا ہے کہ اپنے لئے کوئی اصطلاح تشخیص کرے، ہمیں بھی یہ حق پہنچتا ہے ——— واللہ اعلم وعلمہٗ اتم، والسلام خیر الختام!